

چارپائی

۱۰



اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کلام / بات کو آغاز / اور میان سے سن کر نظم و نثر کے مرکزی خیال، نکتے یا تصویر تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھ سکیں اور موضوع بیان کر سکیں۔
- افسانوی اور غیر افسانوی انتخاب پڑھ کر اس میں موجود معلومات اخذ کرتے ہوئے استعمال کر سکیں۔
- عبارت کو درست تلفظ، لب و لہجہ، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھ سکیں۔
- مضمون نویسی کے مختلف انداز (بیانیہ، مدلل، بحثی، تفصیلی، تنقیدی و تحقیقی) کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف موضوعات کو قلم بند کر سکیں۔
- معلوماتی کتب، قاموس مترادفات، انٹرنیٹ، انسائیکلو پیڈیا وغیرہ سے حوالہ جاتی مواد تلاش کر کے بر محل استعمال کر سکیں۔
- تذکیر و تہذیب کی فہم رکھتے ہوئے زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کو روزمرہ گفتگو اور تحریر و تخلیق میں لکھ سکیں۔
- محاورات اور ضرب الامثال کے استعمال سے تخلیقی تھمار پر میں معنویت اور معیار کو بڑھا سکیں۔

پڑھیں



چارپائی اور مذہب ہم ہندوستانیوں کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ ہم اسی پر پیدا ہوتے ہیں اور یہیں سے مدرسہ، آفس، جیل خانے کو نسل یا آخرت کا راستہ لیتے ہیں۔ چارپائی ہماری گھنٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ ہم اس پر دو کھاتے ہیں۔ دعا اور بھیک بھی مانگتے ہیں۔ کبھی فکر سخن کرتے ہیں اور کبھی فکر قوم، اکثر فاقہ کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ ہم کو چارپائی پر اتنا ہی اعتماد ہے جتنا شاعر کو قافیے پر یا طالب علم کو غل غباڑے پر۔

ہندوستانی گھرانوں میں چارپائی کو ڈرائنگ روم، سونے کا کمرہ، غسل خانہ، قلعہ، خانقاہ، خیمہ، دواخانہ، صندوق، کتاب گھر، شفاخانہ، سب کی حیثیت کبھی کبھی بہ یک وقت ورنہ وقت پر حاصل رہتی ہے۔ کوئی مہمان آیا۔ چارپائی نکالی گئی۔ اس پر ایک نئی دری بچھادی گئی جس کی تہہ کے نشان ایسے معلوم ہوں گے جیسے کسی چھوٹی سی اراضی کو مینڈوں اور نالیوں سے بہت سے مالکوں میں بانٹ دیا گیا ہے اور مہمان صاحب مع اچکن، ٹوپی، بیگ بچی کے بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر کے لیے یہ معلوم کرنا دشوار ہو گیا کہ مہمان بیوقوف ہے یا میزبان بد نصیب! چارپائی ہی پر ان کا منہ ہاتھ دھلوا یا اور کھانا کھلایا جائے گا اور اسی چارپائی پر یہ سو رہیں گے۔

چارپائی پر سوکنے کے لیے اناج پھیلا یا جائے گا۔ جس پر تمام دن چڑیاں حملے کرتی دانے چگتی اور گالیاں سنتی رہیں گی۔ کوئی تقریب ہوئی تو بڑے پیمانے پر چارپائی پر آکو چھیلے جائیں گے۔ ملازمت میں پنشن کے قریب ہوتے ہیں تو جو کچھ رخصت جمع ہوئی رہتی ہے اس کو لے کر ملازمت سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ اس طرح چارپائی پنشن کے قریب پہنچتی ہے تو اس کو کسی کال کوٹھری میں داخل کر دیتے ہیں اور اس پر سال بھر کے پیاز کا ذخیرہ جمع کر دیا

جاتا تھا۔ ایک دفعہ دیہات کے ایک میزبان نے پیاز ہٹا کر اس خاکسار کو ایسی ہی ایک پنشن یافتہ چار پائی پر اسی کال کو ٹھہری میں بچھا دیا تھا اور پیاز کو چار پائی کے نیچے اکٹھا کر دیا گیا تھا۔ اس رات کو مجھ پر آسمان کے اتنے ہی طبعی روشن ہو گئے تھے جتنے ساری پیازوں میں جھلکے تھے اور یقیناً چودہ سے زیادہ تھے۔

چار پائی ایک اچھے بکس کا بھی کام دیتی ہے۔ نکیہ کے نیچے ہر قسم کی گولیاں جن کے استعمال سے آپ کے سوا کوئی اور واقف نہیں ہوتا۔ ایک آدھ روپیہ، چند دھیلے پیسے، اسٹیشنری، کتابیں، رسالے، جاڑے کے کپڑے، تھوڑا بہت ناشا، نقش سلیمانی، فہرست دواخانہ، سمن، جعلی دستاویز کے کچھ مسودے۔ یہ سب چار پائی پر لیٹے لیٹے ان میں سے ہر ایک کو اجالا ہوا ماند حیرا اس صحت کے ساتھ آنکھ بند کر کے نکال لیتے اور پھر رکھ دیتے جیسے حکیم نابینا صاحب مرحوم اپنے لمبے چوڑے بکس میں سے ہر مرض کی دوائیں نکال لیتے اور پھر رکھ دیتے۔

حکومت بھی چار پائی ہی پر سے ہوتی ہے۔ خاندان کے کرتادھرتا چار پائی ہی پر براجمان ہوتے ہیں۔ وہیں سے ہر طرح کے احکام جاری ہوتے رہتے ہیں اور ہر گناہ گار کو سزا بھی وہیں سے دی جاتی ہے۔ آلات سزائیں ہاتھ پاؤں۔ زبان کے علاوہ ڈنڈا، جوتا بھی ہیں جنہیں اکثر پھینک کر مارتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ توقف کرنے میں غصہ کا نادمہ ہم نہ بڑ جائے اور ان آلات کو مجرم پر استعمال کرنے کے بجائے اپنے اوپر استعمال کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہونے لگے۔

چار پائی ہی کھانے کا کمرہ بھی ہوتی ہے۔ باورچی خانے سے کھانا چلا اور اس کے ساتھ پانچ سات چھوٹے بڑے نیچے اتنی ہی مرغیاں، دوا یک کتے، بلی اور بے شمار کھیاں آپہنچیں۔ سب اپنے قرینے سے بیٹھ گئیں۔ صاحب خانہ صدر دسترخوان ہیں۔ ایک بچہ زیادہ کھانے پر مار کھاتا ہے دوسرا بد تمیزی سے کھانے پر تیسرا کم کھانے پر چوتھا زیادہ کھانے پر اور بقیہ اس پر کہ ان کو کھیاں کھائے جاتی ہیں۔ کوئی چیز خواہ کسی قسم کی ہو کہیں گم ہوئی ہو ہندوستانی اس کی تلاش کی ابتدا چار پائی سے کرتا ہے اس میں ہاتھی، سوئی، بیوی، بچے موزے، مرغی چور کسی کی تخصیص نہیں۔ رات میں کھٹکا ہوا اس نے چار پائی کے نیچے نظر ڈالی۔ خطرہ بڑھا تو چار پائی کے نیچے پناہ لی۔ زندگی کی شاید ہی کوئی ایسی سرگرمی ہو جو چار پائی یا اس کے آس پاس نہ انجام پائی ہو۔

چار پائی ہندوستان کی آب و ہوا تمدن و معاشرت ضرورت اور ایجاد کا سب سے بھرپور نمونہ ہے۔ شعرانے انسان کی خوشی اور خوشحالی کے لیے کچھ باتیں منتخب کر لی ہیں مثلاً سچے دوست، شرافت فراغت اور گوشہ چمن ہندوستان جیسے غریب ملک کے لیے عیش و فراغت کی فہرست اس سے مختصر ہونی چاہیے۔ میرے نزدیک تو صرف ایک چار پائی ان تمام لوازم کو پورا کر سکتی ہے۔

ہانوں کی ٹوٹی ہوئی چار پائی جسے کئے (مکئی) کے کھیت میں بطور مچان باندھ دیا گیا ہے۔ ہر طرف جھومتے لہلہاتے کھیت ہیں۔ بارش نے گرد و پیش کو نکلتے و شاداب کر دیا ہے۔ دور دور جھیلیں جھمکتی، جھلکتی نظر آتی ہیں جن میں طرح طرح کے آبی جانور اپنی اپنی بولیوں سے برسات کی علمداری اور مزیداری کا اعلان کرتے ہیں۔ مچان پر بیٹھا ہوا کسان کھیت کی رکھوالی کر رہا ہے اس کے یہاں نہ آسائش ہے۔ نہ آرائش نہ عشق و عاشقی، نہ علم و فضل نہ دولت و اقتدار لیکن یہ سب چار پائی پر بیٹھے ہوئے اسی کسان کی محنت کا کرشمہ ہیں۔ پھر ایک دن آئے گا جب اس کی پیداوار کو چور، مہاجن یا زمیندار لوٹ لیں گے اور اسی چار پائی پر اس کو سانپ ڈس لے گا اور قصہ پاک ہو جائے گا۔

برسات ہی کا موسم ہے۔ گاؤں میں آسموں کا باغ کبھی دھوپ کبھی چھاؤں، کونسل کو کتی ہے ہوا الہکتی ہے۔ گاؤں میں لڑکے لڑکیاں دھوم مچا رہی ہیں۔ کہیں کوئی پکا ہوا آم ڈال سے ٹوٹ کر گرتا ہے۔ سب کے سب جھمٹتے ہیں۔ جس کو مل گیا وہ ہیر و بن گیا۔ جس کو نہ ملا اس پر سب نے ٹھنڈے لگائے۔ یہی لڑکے لڑکیاں جو اس وقت کسی طرح قابل التفات نظر نہیں آتے کسے معلوم آگے چل کر زمانہ اور زندگی کی کن نیرنگیوں کو اجاگر کریں گے کتنے فاتح کریں گے کتنے فاتح نہیں گے کتنے نامور اور نیک نام کتنے گمنام و نافر جام اور یہ خاکسار ایک کھری چار پائی پر اس باغ میں آرام فرما رہا ہے۔ چار پائی باغبان کی

ہے۔ باغ کسی اور کا ہے۔ لڑکے لڑکیاں گاؤں کی ہیں۔ میرے حصہ کا صرف آم ہے۔ ایسے میں جو کچھ دماغ میں نہ آئے تھوڑا ہے۔ یا جو تھوڑا دماغ میں ہے وہ بھی نکل جائے تو کیا تعجب!

پھر عام تصور میں ایسی کائنات تعمیر کرنے لگتا ہوں جو صرف میرے لیے ہے جو میرے ہی اشارے پر بنتی بگڑتی ہے۔ اپنے مخلوق ہونے کا وہم بھی نہیں گزرتا۔ نہ اس کا خیال کہ زمانہ کسے کہتے ہیں نہ اس کی پروا کہ زندگی کیا ہے۔ دوسروں کو ان کا اسیر دیکھ کر چونک پڑتا ہوں۔ پھر یہ محسوس کر کے کہ میں ان لوگوں سے اور خود زمانے اور زندگی سے علیحدہ بھی ہوں۔ اونگھنے لگتا ہوں۔ ممکن ہے اونگھنے میں پہلے سے مبتلا ہوں۔

ماخوذ:- مضامین رشید، ص: 93، مطبوعہ: انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ۔

رشید احمد صدیقی (۱۸۹۳ء-۱۹۷۷ء)

رشید احمد صدیقی یوپی کے ضلع جونپور کے ایک گاؤں مزیامی میں 1894ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک جونپور میں رہے، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ آگئے۔ مالی حالت سے مجبور ہو کر پھر یوپی میں ملازمت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ملازمت کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رکھی اور فارسی میں ایم اے کیا۔ آپ نے طالب علمی کے زمانے سے مزاحیہ مضامین لکھنا شروع کیے۔ علی گڑھ میگزین کے ایڈیٹر رہے۔ 1922ء میں وہیں کالج میں پروفیسر ہو گئے اور جب یونیورسٹی بنی اور اردو ادبیات کا شعبہ قائم ہوا تو رشید احمد صدیقی کو صدر شعبہ بنادیا گیا۔ وہ شعر و ادب کا بڑا سحر اذوق رکھتے ہیں ادب کے بڑے اچھے استاد ہیں ان کی زندگی شرافت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کا بہترین نمونہ ہے۔ 1977ء میں ان کا انتقال ہوا۔ مضامین رشید، خنداں، سچے ہائے کرانما، طنزیات و مضحکات، اردو طنز و مزاح کی تنقیدی تاریخ

مشق



۱۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

- الف۔ ہندوستانی چارپائی کو کس کام میں لاتے ہیں؟
- ب۔ چارپائی کے ذریعے کس طرح مہمان نوازی کی جاتی ہے؟
- ج۔ مصنف نے چارپائی کو بکس سے کیوں تشبیہ دی ہے؟
- د۔ بچان کس کام آتا ہے؟
- ه۔ برسات کے موسم میں گائوں کا منظر کیسا ہوتا ہے؟

۲۔ ایک طالب علم درج ذیل عبارت کو درست تلفظ، لب و لہجہ، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر سے بلند خوانی کرے جب کہ باقی طلبہ عمدہ سامع کے طور پر الفاظ، جملوں کے تلفظ، آہنگ اور ادائی سے شعوری طور پر لطف اندوز ہوتے ہوئے باری باری اپنی اپنی رائے دیں۔

”حکومت بھی چارپائی ہی پر سے ہوتی ہے۔ خاندان کے کرتادھر تا چارپائی ہی پر براجمان ہوتے ہیں۔ وہیں سے ہر طرح کے احکام جاری ہوتے رہتے ہیں اور ہر گنہگار کو سزا بھی وہیں سے دی جاتی ہے۔ آلات سزا میں ہاتھ پاؤں، زبان کے علاوہ ڈنڈا، جوتا، تاملوٹ بھی ہیں جنہیں اکثر پھینک کر مارتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ توقف کرنے میں غصے کا

تاؤد ہم نہ پڑ جائے اوان آلات کو مجرم پر استعمال کرنے کی بجائے اپنے اوپر استعمال کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہونے لگے۔“

۳۔ درج ذیل اقتباس سبق ’چارپائی‘ کے آغاز سے لیا گیا ہے۔ ایک طالب علم اس کی درست تلفظ کے ساتھ بلند خوانی کرے۔ باقی طلبہ اسے سن کر اس کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق سمجھیں اور موضوع کو بیان کریں۔

”چارپائی اور مذہب ہم ہندوستانیوں کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ ہم اسی پر پیدا ہوتے ہیں اور یہیں سے مدرسہ، آفس، جیل خانے، کونسل خانے یا آخرت کا راستہ لیتے ہیں۔ چارپائی ہماری گھٹی یہیں پڑی ہوئی ہے۔ ہم اس پر دو اکھاتے ہیں۔ دعا اور بھیک بھی مانگتے ہیں۔ کبھی فکر سخن کرتے ہیں اور کبھی فکر قوم، اکثر فاقہ کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ ہم کو چارپائی پر اتنا ہی اعتماد ہے جتنا شاعر کو قافیے پر یا طالب علم کو غل غپاڑے پر۔“

۴۔ سبق چارپائی کو غور سے پڑھیں اور اس میں دی گئی معلومات کو اخذ کرتے ہوئے اپنی روزمرہ زندگی میں تلاش کریں۔

۵۔ ضرب المثل، محاورہ، روزمرہ

i۔ ضرب المثل: یہ ایک مکمل جملہ ہوتا ہے اور کسی واقعے کو بتانے اور اس پر مہر تائید ثبت کرنے کا ایک نرالہ انداز ہے جس سے گفتگو اور کلام میں چاشنی پیدا ہوتی ہے اور مضمون نہایت عمدہ ہو جاتا ہے۔ ضرب المثل کو کہادت بھی کہتے ہیں۔ جیسے: انگور کٹھے ہیں۔

ii۔ محاورہ: دو یا دو سے زائد الفاظ جو حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوں محاورہ کہلاتا ہے۔ مثلاً: آنکھیں دکھانا، آسمان سے باتیں کرنا۔

iii۔ روزمرہ: دو یا دو سے الفاظ کا مجموعہ جو اہل زبان کی بول چال کے مطابق حقیقی معنوں میں استعمال ہو۔ مثلاً: بھارت آئے دن کشمیریوں پر ظلم ڈھاتا ہے۔ اس جملے میں آئے دن، درست روزمرہ ہے۔ اگر اس کی جگہ ”آئے روز“ لکھیں گے تو غلط ہوگا۔ اسی طرح روز بہ روز، پانچ سات وغیرہ۔

❖ درج ذیل روزمرہ، محاورات اور ضرب الامثال کو جملوں میں استعمال کریں تاکہ تخلیقی تحریر میں استعمال کرنا سیکھ سکیں۔

نوسو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی	آسمان سے باتیں کرنا	نہ نومن تیل ہو گانہ رادھانا چے گی
آپے سے باہر ہونا	بڑی نیڑھی کھیر ہے	غم کھانا
سبز باغ دکھانا	چور کی داڑھی میں تنکا	اپنے منہ میاں مٹھوٹنا

۶۔ تذکیر و تہیث (اسما اور ضمائر) تذکیر و تہیث

تذکیر و تہیث کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور غیر حقیقی

حقیقی تذکیر و تہیث میں جنس کی صرف دو ہی قسمیں ہیں یعنی نر (مذکر)، مادہ (مؤنث)

یہ تذکیر و تہیث جانداروں کے لحاظ سے کی گئی ہے اور اس کی پہچان اور تمیز آسان ہے۔

بے جان چیزوں میں تذکیر و تہیث کوئی شے نہیں۔ یعنی ان میں نر اور مادہ کا تصویر موجود نہیں ہے۔

قواعد میں الفاظ سے بحث ہوتی ہے، اس کے علاوہ جانداروں کی تذکیر و تہیث بھی قطعی قاعدوں کے تحت نہیں آتی۔ جن ہندی الفاظ کے آخر میں

”الف“ ہو گا وہ مذکر ہوں گے۔ مثلاً: لڑکا، گھوڑا وغیرہ۔

عربی میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کے آخر میں ”ہ“ آتی ہے اور وہ الفاظ کی مؤنث ہیں: مثلاً: والدہ، ملکہ وغیرہ

جن ہندی الفاظ کے آخر میں ”یائے معروف“ ہوتی ہے وہ مونث ہوتے ہیں: لڑکی، گھوڑی وغیرہ لیکن ایسے پیشہ دروں کے نام جن کے آخر میں ”سی“ معروف آئے، ان پر یہ فارمولہ نہیں لگتا۔ جیسے: دھوبی، موچی وغیرہ۔
 یادہ الفاظ بھی اس ضمن میں نہیں آتے جن کے آخر میں ”یائے نسبتی“ آتا ہے۔ مثلاً: پنجابی، پہاڑی وغیرہ۔
 یہ بھی عام سا قاعدہ ہے کہ مذکر کے آخری ”ا“ یا ”ہ“ کو یائے معروف سے بدل دینے سے مونث بن جاتا ہے۔ جہاں پیشہ دروں کے نام کے آخر میں ”سی“ (معروف) ہو اور اسے ”ف“ سے بدل دیا جائے تو وہ مونث ہو جاتا ہے۔
 ❖ جملے بنا کر الفاظ کی تذکیر و تہیث واضح کریں۔

کشتی، اردو، منگل، بدھ، لوہا، ناٹکا پرہت، زمین، چاند، چوں چوں

سرگرمی



- مضمون نویسی کے مختلف انداز بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے درج ذیل موضوعات پر مضمون قلم بند کریں۔ اس سلسلے میں معلوماتی کتب، قاموس مترادفات، انٹرنیٹ، انسائیکلو پیڈیا اور لغات وغیرہ سے حوالہ جاتی مواد حاصل کر کے اس کا بر محل استعمال کریں۔
- الف۔ نوجوانوں پر سوشل میڈیا کے اثرات
- ب۔ میرا پسندیدہ ناول نگار

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو اردو زبان و ادب میں انشائیہ نگاری کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں معلومات دیجیے اور چند مشہور انشائیہ نگاروں کی تحاریر پڑھنے کی تلقین کیجیے۔
- سبق خوانی سے پیشتر طلبہ کو کسی بھی رسمی و غیر رسمی تحریر (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ وغیرہ) کی جزییات نگاری کرنا سمجھائیں تاکہ طلبہ خود بھی اس پر تنقید و تبصرہ کر سکیں۔

